B.A Urdu (H) Part-2

Paper-3 (POETRY)

Topic: Meer Anees Ki Marsiya Nigari

Notes By:

Dr. Masroor Ahmad Haidri

Department of Urdu,

J.K College, Biraul, Darbhanga

میر انیس کی مرثیہ نگاری

ببر علی میر انیس کی پیدائش 1801 میں فیض آباد میں ہوئی۔ انیس میر مستحسن خلیق کے بیٹے تھے اور مثنوی " سحر البیان" کے خالق میر حسن ان کے دادا تھے۔ خاندانِ سادات سے تعلق تھا۔

مولوی حیدر علی اور مفتی حیدر عباس سے عربی، فارسی پڑھی۔ شعر میں اپنے والد سے اصلاح لیتے تھے۔ پہلے حزیں تخلص تھا۔ شیخ امام بخش ناسخ کے کہنے پر انیس اختیار کیا۔ ابتدا میں غزل کہتے تھے۔ مگر والد کی نصیحت پر مرثیہ کہنے لگے اور پھر کبھی غزل کی طرف توجہ نہیں کی۔

اس خاندان میں شاعری کئی پشتوں سے چلی آتی تھی۔ آپ کے جداعلیٰ شاہ جہان کے عہد میں ایران سے ہند میں آئے تھے اور اپنے علم وفضل کی بنا پر اعلیٰ منصب پر فائز تھے۔ ان کی زبان فارسی تھی لیکن ہندوستانی اثرات کے سبب دونسلوں کے بعد ان کی اولاد فصیح اردو زبان بولنے لگی۔

میر انیس ابتدا میں غزل کہتے تھے مگر والد کی نصیحت پر صرف سلام اور مرثیہ کہنے لگے اور پھر کبھی غزل کہنے پر توجہ ہی نہیں دی۔ محمد حسین آزاد نے کیا لکھا ہے۔

"والد کی فرمانبرداری میں غزل کو ایسا چھوڑا کہ بس غزل کو سلام کر دیا۔"

انیس نے مرثیے کو ترقی کے اعلیٰ درجے پر پہنچایا۔ اردو میں رزمیہ شاعری کی کمی کو پورا کیا۔ انسانی جذبات و

مناظر قدرت کو بہت ہی خوبصورتی سے پیش کیا۔

میر انیس ایک اعلیٰ سخنور ہونے کے علاوہ نہایت خوش آواز بھی تھے۔ ان کی آواز میں جو دلکشی تھی وہ کسی انسان کا تو کیا ذکر، کسی خوش الحان پرند اور باجے کی آواز میں بھی نہیں ہے۔ جب کبھی وہ بے تکلّف احباب کی صحبت میں بند کمرے کے اندر اپنے دادا میر حسن کی مثنوی پڑھتے تھے تو راہ گیر کھڑے ہو کے دیر دیر تک سنا کرتے تھے۔

مولانا محمد حسین آزاد نے انیس کو لکھنو میں خود دیکھا تھا۔ آبِ حیات میں انہوں نے انیس کے لیے لکھا ہے:

"اور کلام کی کیا کیفیت بیان کروں۔ محویت کا عالم تھا وہ شخص منبر پر بیٹھا پڑھ رہا تھا اور معلوم یہ ہوتا تھا کہ جادو کر رہا ہے۔ انیس کی آواز، اُن کا قد وقامت اُن کی شکل وصورت کا انداز غرض ہر شئے مرثیہ خوانی کے لیے ٹھیک اور موزوں واقع ہوئی تھی۔"

مولوی عبدالحلیم شرر گزشتہ لکھنو میں لکھتے ہیں کہ:

"میر انیس نے مرثیہ گوئی کے ساتھ مرثیہ خوانی کو بھی ایک فن بنا دیا۔"

میر انیس کا انتقال 1874 کو لکھنؤ میں ہوا۔ اور اپنے رہائشی مکان، محلّہ سبزی منڈی میں دفن کیے گئے۔

میر انیس کا کلام، اصناف شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ مرثیہ کا آغاز عرب کی سرزمین پر ہوا۔ اگر یہ کہا جائے کہ عربی شاعری کا آغاز ہی مرثیے سے ہوا تو کچھ غلط نہ ہوگا۔ دور جہالت میں عربی مرثیہ خاصی ترقی کر چکا تھا۔ فارسی سے ہوتا ہوا مرثیہ اردو میں داخل ہوا۔ برصغیر میں اردو شاعری کی ابتدا ولی دکنی سے منسوب ہے لیکن ان کے کلام میں مرثیے کا پتا نہیں چلتا البتہ ایک مثنوی واقعات کربلا پر ضرور لکھی۔ یقینی طور پر یہ کہنا مشکل ہے کہ اردو میں مرثیے کا آغاز کب اور کس نے کیا؟ مگر یہ طے ہے کہ میر وسودا سے قبل مرثیہ رائج ہو چکا تھا۔ ہمارا موضوع فی الحال مرثیے کی تاریخ نہیں بلکہ اردو شاعری میں مرثیے کی افادیت اور میر انیس کے کلام کا جائزہ ہے۔

مرثیہ دراصل اردو شاعری کی تقریباً تمام اصناف بلکہ اردو ادب کی بھی کئی اصناف کا احاطہ کرتا ہے۔ مرثیہ سے قبل اردو شاعری میں رزمیہ شاعری کا جو فقدان تھا مرثیہ نے اس کمی کو پورا کر دیا۔ مرثیہ میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو ادب کی دیگر اصناف میں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً واقعہ، کردار نگاری، منظر کشی، کشمکش، مکالمہ، حالات وماحول کی عکاسی۔

اس مختصر سے تعارف کے بعد ہم میر انیس کی طرف آتے ہیں جن کا یہ مصرعہ خاصی شہرت رکھتا ہے ''پانچویں

پشت ہے شبیر کی مداحی میں' ' جو یہ ثابت کرتا ہے کہ میر انیس کے پردادا میر صاحب نے بھی مرثیہ لکھا تھا۔ان ہی کے خاندان میں میر حسن اور میر خلیق بھی مرثیہ گو شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔مگر انیس نے صنف مرثیہ کو بام عروج پر پہنچا دیا۔میر انیس کے زمانے تک اردو خاصی نکھر اور سنور چکی تھی۔میر انیس کے کلام میں فصاحت و بلاغت کا بطور خاص ذکر کیا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کے علاوہ بھی دوسرے شاعرانہ لوازمات کے برمحل استعمال نے کلام انیس کو عجیب حسن و شہرت عطا کی جس کی اب تک کوئی مثال پیش نہ کر سکا۔انیس نے مرثیہ کو اردو شاعری کی ایک مقدس و معتبر صنف کے طور پر پیش کیا۔

شاعری کسی بھی زبان کی ہو جس میں اردو بھی شامل ہے انسانی جذبات و احساسات کی ترجمان مرثیہ کسی بھی المناک حادثے، موت کسی دور زریں یا تہذیب، شہر یا حکومت کی بربادی پر بھی کہا جاتا ہے اور کہا بھی گیا ہے مگر انیس کے مرثیے کیونکہ واقعات کربلا، امام حسین ? اور ان کے رفقا کی شہادت اور ان کے پس منظر و پیش منظر لکھے گئے ہیں اس لیے ان کی شہرت و مقبولیت کے باعث اب اردو ادب میں لفظ '' مرثیہ '' واقعات کربلا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گیا ہے۔

مرثیے میں کیونکہ تمام اصناف ادب کی خصوصیات پائی جاتی ہیں تو جب ہم میر انیس کے کلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کا مقام مرثیہ نگاری میں متعین کرنے کے لیے کچھ ایسی خصوصیات کو مدنظر رکھتے ہیں کہ جن کی بنا پر وہ ایک باکمال، منفرد اور تمام مرثیہ گویوں میں اعلیٰ مقام کے حامل قرار پائیں۔

مرثیہ کا مقصد عالم اسلام کی ایک مقدس ہستی کے عظیم الشان کارنامے کے ذریعہ اسلامی معاشرے کی نہ صرف عکاسی کرنا بلکہ پورے معاشرے کی اصلاح بھی ہے، جہاں تک انداز بیاں کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں خواجہ الطاف حسین حالی کا کہنا ہے کہ '' میر انیس کا کلام تمام اصناف شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ '' فصاحت و بلاغت کی بے شمار مثالیں کلام انیس سے پیش کی جا سکتی ہیں مگر اس کے لیے کالم نہیں ایک مکمل مضمون بلکہ مقالے کی ضرورت پیش آئے گی اس لیے صرف ایک مثال دے کر آگے چلتے ہیں۔امام عالی مقام سے لشکر یزید کے کسی فرد نے جب آپ کا نام و نسب پوچھا تو جو جواب امام نے دیا اس کو انیس نے کس بلاغت سے ادا کیا:

یہ تو نہیں کہا کہ شہ مشرقین ہوں میں
مولا نے سر جھکا کے کہا میں حسین ہوں

استعارہ و تشبیہہ کی اردو شاعری میں بڑی اہمیت ہے۔ بقول حالی یہ حسن کلام کا زیور ہے۔انیس کے یہاں

تشبیہات اس درجہ کمال پر ہیں کہ اگر وہ کسی صورتحال کو مدنظر رکھ کر تشبیہہ دیں تو موقع و محل کا پورا پورا ادراک پڑھنے والے کے ذہن کو ہو جاتا ہے مثلاً حضرت عباس کے دوران جنگ دونوں ہاتھ قلم ہو چکے تو انھوں نے پانی سے بھری مشک جس کو وہ ہر صورت خیام تک پہنچانا چاہتے تھے کو اپنے دانتوں سے پکڑا اور سینے کو سپر کرتے ہوئے خیموں کی جانب بڑھتے رہے اس صورتحال کی تشبیہہ کس انداز کی دی گئی ہے۔مشکیزہ تھا کہ شیر کے منہ میں شکار تھا۔اس تشبیہہ سے نہ صرف صورتحال واضح ہوئی بلکہ حضرت عباس کی شجاعت اور ہمت و جر؟ت بھی سامنے آ گئی۔

ایک دوسری جگہ دشمن کے مقام کو کمتر بیاں کرنے کے لیے جو تشبیہہ دی گئی ہے وہ اس کی بدہیئتی کو اجاگر کرتی ہے:

کہتی تھی زرہ بدن بدخصال میں
پکڑا ہے فیل مست کو لوہے کے جال میں

یا یہ منظر کہ:

کھا کھا کے اوس اور بھر سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا

ایسی بے شمار دلکش تشبیہات کلام انیس میں پائی جاتی ہیں۔مناظر فطرت کی تصویر کشی بھی کلام انیس میں بے مثال ہے مثلاً:

خواہاں تھے آل فاطمہ زہرا جو آب کے
شبنم نے بھر دیے تھے کٹورے گلاب کے

یہی نہیں بلکہ طلوع سحر کا منظر اور شدت کی گرمی کی منظر کشی بھی اس قدر عمدگی سے کی گئی ہے کہ بے اختیار داد دی جائے گرمی کی شدت کا بیاں ملاحظہ ہو:

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر
بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

صبح کا سماں اس طرح بلکہ کئی خوبصورت انداز میں پیش کیا ہے۔یہاں سب کا لکھنا مناسب نہیں صرف ایک بند بطور مثال پیش ہے:

چھپنا وہ ماہتاب کا وہ صبح کا ظہور

یادِ خدا میں زمزمہ پردازی ظہور

انساں زمیں پہ محو، ملک آسمان پر
جاری تھا ذکرِ قدرتِ حق ہر زبان پر

کلام انیس کے محاسن کا مکمل احاطہ کرنا ایک طویل کام ہے مگر یہ کہنا بھی کافی ہے کہ اردو شاعری میں میر انیس ایک بے مثال شاعر کا درجہ رکھتے ہیں اور شاعرانہ کمالات سے ان کی شاعری نہ صرف مزین ہے۔